(غلام گردش)

کوٹھڑی نمبر 8115

کہاں قدرت کے انمٹ اصول اور کہاں ہم! ہر چیز تبدیل ہوسکتی ہے بلکہ تبدیل ہونی چاہیے۔مگر صرف ایک اَمر میں تغیر برپا نہیں کیا جاسکتا!وہ ہیں کائنات کے آفاقی اصول جس پر نظامِ ہستی چل رہا ہے!

یہ نوحہ نہیں بلکہ ادراک کی وہ منزل ہے جس کی ہم مسلسل نفی کررہے ہیں۔آپ غور کیجئے، ہمارے حکمران دہائیوں سے پیہم فطرت کے خلاف جنگ میں مصروف کار ہیں۔وہ بھی انتہائی سفاکی سے!جسکے ہاتھ میں اقتدار کی تلوار آتی ہے وہ سب سے پہلے اپنے ہر حریف کی گردن پر وار کرتا ہے۔پھر یہی تلوار دوستوں کے خون میں نہا جاتی ہے۔

دولت کا خوف ناک ارتکاز، عدل سے مکمل درگزر، جھوٹ در جھوٹ پر مکمل انحصار اور تدبر کے بغیر حکومت!یہ سب کس چیز کی علامات ہیں۔ہر بادشاہ اپنے فیصلوں کے درمیان محل میں محفوظ نظر آتا ہے۔دربار کی راہ کاریوں میں غلام برہنہ تلواریں لیے سربکف کھڑے ہیں!ظلِ الٰہی کا غوغا ہر طرف آسمان تک سنائی دیتا ہے۔مگر ایک خاص وقت پر وہی غلام اپنے نیزے پر بادشاہ کا سر اٹھائے پھرتے نظر آتے ہیں!قیامت ہے، کہ کوئی اپنے تجربہ سے نہیں سیکھتا۔وہی تکبر، وہی غرور، وہی چالاک درباری اور وہی نادان دوست۔پتہ نہیں، اس بدقسمت ملک کی قسمت میں کیا درج ہے۔کیا وقت آچکا ہے!درویش خاموش ہے۔مگر لب پر اب ہر ایک مقتدر شخص کیلیے دعا نہیں!دل دکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔شائد مسند پر براجمان شخص وقت کی رفتار میں قید ہوکر حالات سے بہت پیچھے رہ چکا ہے۔قرآن مجید کا انمول پیغام!انسان خسارے میں ہے، وقت کی قسم!

میں اس گھڑی پاکستان سے ہزاروں کلومیٹر دور ساؤتھ افریقہ کے شہر پری ٹوریا میں ہوں۔یہاں پاکستان کی کوئی خبر نہیں آتی۔میں چار دن قبل یہاں آیا ہوں۔سفر مجھے کبھی بھی برا نہیں لگتا۔نئے ملک، نئے لوگ، نئی دنیا اور نئی آب وہوا۔ہر چیز بہت جاذب نظر ہے۔میں ہمیشہ سفر کی تلاش میں رہتا ہوں۔

ساؤتھ افریقہ دنیا کے خوبصورت ملکوں میں سے ایک ہے۔ہر دلکش نظارے سے مزین!اس ملک کا آزادی کا سفر انتہائی تکلیف دہ اور کانٹوں سے بھرا ہوا ہے۔نسلی تعصب (Aparthaid) سے بھرپور ملک صرف اور صرف گوروں کیلیے تخلیق کیا گیا تھا۔برطانوی نسل سے تعلق رکھنے والے انگریز حکمرانوں نے دنیا میں یہ جنت محض اپنے لیے بنائی تھی۔سیاہ فام لوگوں کی حیثیت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔غربت، افلاس اور جہالت میں ڈوبے ہوئے یہ سیاہ فام اشخاص محض سانس لے رہے تھے۔یہاں آج میں جس علاقہ میں ٹھہرا ہوا ہوں، وہ Pretoria کی سب سے خوبصورت جگہ ہے۔میں Water Kloof نام کے ایک ہوٹل میں مقیم ہوں۔اس پورے علاقہ میں محض بیس سال قبل کتوں اور سیاہ فام لوگوں کا آنا ممنوع تھا۔ہر جانب اس ہدایت نامہ پرمبنی بورڈ آویزہ تھے۔کسی بھی کالی چمڑی والے کی جرات نہیں تھی کہ وہ اس علاقہ میں قدم رکھ سکے۔سزا کیا تھی!میرے گمان میں نہیں!شائد سال ہا سال کی سزا یا شائد روح اور بدن کا رشتہ ختم ہونا، مجھے علم نہیں۔مساوات، عدل اور انصاف صرف اور صرف گوروں کیلیے تھا۔

مگر ظلم کی یہ رات صرف ایک آدمی کے تحمل سے ختم ہوئی۔ میں آج صبح سویٹو (Sweto) میں نیلسن مینڈیلا کا گھر دیکھ کر آیا ہوں۔ اس گھر کا نمبر 8115 ہے۔ اس گھر کو ایک میوزیم میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ حکومت نے سیاحت کے فروغ کیلیے اس پورے علاقہ میں معیاری ترقی سرانجام دی ہے۔ مگر یہ گھر اردگرد سینکڑوں گھروں کی طرح بالکل عام سا گھر ہے۔ بالکل عام سا۔ آپ جب تک اس گلی میں گاڑی سے اتر کر اس حیرت کدہ میں داخل نہیں ہوتے، آپکو معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ اسکی اہمیت کیا ہے؟ اس پوری بستی سے سیاہ فام لوگوں کی آزادی کی تحریک کا آغاز ہوا تھا۔ معمول حکومت بالکل وہی جو آج کے ہیں، وہی ہتھکنڈے، وہی ظلم کے اسباب! نیلسن مینڈیلا نے اپنے گھر سے اس کامیاب تحریک کا آغاز کیا تھا۔ چالیس سال قبل جب یہ معجزہ ظہور پذیر ہو رہا تھا تو انگریزوں پر مبنی پولیس نے سیاہ فام لوگوں کو کچل کر رکھ ڈالا تھا۔ قتل و غارت، ظلم اور لاشوں کا ایک بازار سجا دیا گیا تھا۔ سینکڑوں لوگ قتل کر دیے گئے۔ مگر اس خون سے یہ تحریک اور مضبوط ہوگئی۔ خون ناحق رزق خاک تو ضرور ہوا، مگر اپنی آنے والی نسلوں کو آزادی کے ثمرات بخش گیا۔ نیلسن مینڈیلا اس وقت بالکل جوان تھا۔ اس گھر میں اس عظیم شخص کی جوانی کی دو تصویریں لگیں ہوئیں ہیں۔ ان تصویروں کا مقصد صرف ایک ہے کہ جس وقت یہ بہادر شخص پابند سلاسل ہوا تو یہ بھرپور جوان تھا۔ مینڈیلا کی جوانی کی تصویر سے آپ اندازہ ہی نہیں لگا سکتے کہ یہ مینڈیلا ہے۔ جب وہ تین دہائیوں کے بعد جیل سے رہا ہوا تو وہ بدل چکا تھا۔ سالوں کی قید تنہائی اور مصائب سے نہ صرف اسکی شکل تک بدل چکی تھی بلکہ کوئی اسکو پہچان تک نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی شخص ہے۔

یہ گھر انتہائی معمولی سا نظر آتا ہے مگر یہ ایک غیر معمولی گھر ہے۔ یہ انتہائی چھوٹا سا گھر ہے۔ شائد آٹھ یا دس مرلے کا۔ باہر ایک کاؤنٹر بنا ہوا ہے جو سیاحوں کو گھر کے اندر جانے کیلیے ٹکٹ فروخت کرتا ہے۔ وہاں ہر طرف گائیڈ آسانی سے مل جاتے ہیں۔ ہمیں ایک بالکل نوجوان سا گائیڈ مل گیا۔ گائیڈ نے جس تفصیل سے مینڈیلا کے گھر اور اسکی آزادی کے لیے قربانیوں کا ذکر کیا، بخدا کم از کم میں تو ایک بار حیران رہ گیا۔ اس گھر میں صرف تین کمرے ہیں۔ ایک کمرہ شائد بچوں کا، دوسرا مینڈیلا اور انکی اہلیہ کا اور تیسرا ایک چھوٹا سا کمرا شائد لاؤنج کا کام دیتا ہو۔ جب مینڈیلا کو گرفتار کیا گیا تو اسکی بیوی نے قیادت سنبھال لی۔ اس عورت اور معصوم بچوں کو ڈرانے کیلیے پولیس کھڑکیوں پر فائرنگ کرتی رہتی تھی۔ اس جرات مند عورت نے کھڑکی کے سامنے ایک دیوار بنا ڈالی تاکہ اسکے بچے محفوظ رہیں۔ یہ دیوار اب گرا دی گئی ہے مگر اسکے نشان ابھی تک موجود ہیں۔

نیلسن مینڈیلا کا معمولی سا بیڈ، ٹیبل اور ایک سرخ رنگ کا صوفہ آج بھی موجود ہے۔ ہر چیز کو انتہائی محنت سے بہت عمدہ حالت میں رکھا گیا ہے۔ اس پورے گھر میں ایک پیغام ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کا مسکن ہے جس نے دنیا کو بدل دیا ہے۔ دیواروں پر مینڈیلا کی کئی نایاب تصاویر لگی ہوئی ہیں۔ مختلف سربراہان مملکت اس شخص کے ساتھ تصویر کھچوانا اعزاز کی بات سمجھتے تھے۔ ایک دیوار پر امریکی ریاست مشی گن کی جانب سے معافی نامہ بھی آویزہ ہے۔ امریکی حکومت نے اعتراف کیا ہے کہ وہ اس عظیم رہنما کو قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کرنے میں شریک تھی۔ امریکی حکومت کی جانب سے اپنے اس ظلم پر ندامت کا احساس کیا گیا، معافی مانگی گئی ہے۔ مگر شائد مینڈیلا معافی کی منزل سے بہت آگے نکل چکا تھا۔ وہ سلوک کی اس شاہراہ کا مسافر تھا جس میں اسے کوئی دشمن نظر ہی نہیں آتا تھا۔ وہ ہر ایک کیلیے اپنے

دل میں نفرت کے شعلے کو ہمیشہ کیلیے بجھا چکا تھا۔گائیڈ بار بار بتا تا تھا کہ اسکے رہنما نے پوری دنیا کے ظلم کو شکست دی تھی اور جب وہ اس ملک کا صدر بنا تو تمام گورے خوف سے کانپ رہے تھے مگر اس شخص نے سب کیلیے عام معافی کا اعلان کر دیا۔سب کیلیے ، انکے لیے بھی جنہوں نے اسکو جانوروں سے بدتر حالات میں محبوس رکھا تھا۔انکے لیے بھی جو اسے ہر طریقے سے ذلیل کرتے تھے،انکے لیے بھی جو اسکی عزت نفس کو کچلنا چاہتے تھے۔مگر مینڈیلا نے ہر ایک کو معاف کر دیا۔اس گھر کی ایک اور خاص بات ہے۔اسکو کئی بار جلانے کی کوشش کی گئی۔اس گھر پر پٹرول بم اور آتش گیر مادہ سے کئی حکومتی حملے ہوئے۔گھر کے باہر کے جلنے کے نشان آج بھی موجود ہیں۔یہ نشانات اس لیے محفوظ رکھے گئے ہیں کہ لوگوں کو اندازہ ہو کہ مینڈیلا کی اہلیہ اور معصوم بچوں کو خوف کی فضا میں مبتلا رکھنے کی ہر کوشش کی گئی۔مگر اس طرح کی ہر کوشش ناکام رہی۔

اسکی ایک دیوار پر ایک نقش ہے۔اس میں درج ہے کہ مینڈیلا نے اپنے گھر میں آنے کے بعد کہا کہ "اب مجھے یقین ہو رہا ہے کہ میں آزاد ہو چکا ہوں۔میں تو اپنی جیل کی کوٹھڑی کو ہی اپنا مقدر سمجھتا تھا۔اس کوٹھڑی کا نمبر 8115 میرے لاشعور میں بھی درج ہو چکا تھا "۔اسے اپنا گھر بہت عجیب سا لگتا تھا۔وہ گھر میں رہنے کا عادی نہیں رہا تھا۔اتنی لمبی قید کے بعد وہ گھر سے مکمل اجنبی ہو چکا تھا۔مگر قید سے رہائی کے بعد وہ اس گھر میں صرف گیارہ دن رہ سکا۔اسکی وجہ وہ ہزاروں مہمان اور لاتعداد اخباری نمائندے تھے جو ہر وقت اسکی ایک جھلک دیکھنے کیلیے دیوانوں کی طرح گھر کے باہر کھڑے رہتے تھے۔چوبیس گھنٹے اور روزانہ!تھوڑے دن بعد وہ اس گھر سے کسی دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گیا۔

جس گلی میں یہ گھر موجود ہے، یہ گلی ایک اور اعتبار سے بھی بہت اہم ہے۔اس کے دو مکینوں کو امن کا نوبل پرائز دیا گیا ہے۔ایک تو ظاہر ہے، نیلسن میڈیلا ہے۔مگر اس گلی کی دوسری نکڑ پر ایک اور شخص کا گھر موجود ہے۔اسکا نام "ڈسمنڈ ٹوٹو" ہے۔میں اس گھر کے باہر کافی دیر کھڑا رہا۔بتایا گیا کہ "ٹوٹو" اب یہاں کافی عرصے کے بعد آتا ہے۔وہ کیپ ٹاؤن منتقل ہو چکا ہے۔دنیا میں کسی شہر میں ایک بھی ایسی گلی نہیں ہے جس میں رہنے والی دو لازوال ہستیوں کو نوبل پرائز دیا گیا ہو۔اکثر لوگ "ڈسمنڈ ٹوٹو" کے نام سے ناواقف ہونگے۔امن کیلیے اس شخص کی جدوجہد بے مثال ہے۔وہ آج بھی زندہ ہے اور اپنی قوم کیلیے ہر وقت حاضر ہے۔

بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ساؤتھ افریقہ ایٹمی قوت بننے کے بہت قریب تھا۔کچھ لوگ اس پروگرام کے تانے بانے پاکستان سے جوڑنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔مگر میری دانست میں یہ محض ایک خیال ہے۔آج سے دو دہائیاں قبل پاکستان ہرگز اس حیثیت میں نہیں تھا کہ جوہری توانائی کی ٹیکنالوجی کسی اور ملک کو فراہم کر سکے۔مگر مینڈیلا کی رہائی سے کچھ عرصے پہلے گوروں کی حکومت نے ایک انتہائی عجیب حرکت کی۔انہوں نے اپنا تمام جوہری پروگرام ختم کر دیا۔اپنے ایٹمی پلانٹ تباہ کر دیے اور اس اپنی تمام کامیابی کے نشانات مکمل طور پر مٹا دیے۔میری دانست میں اسکی صرف ایک وجہ ہو سکتی ہے۔انگریزوں کو معلوم ہو چکا تھا کہ اب وہ مزید حکومت میں نہیں رہ سکتے لہذا انکے بعد یہ ایٹم بم سیاہ فام لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں جانا چاہیے۔وہ ذہنی طور پر یہ سمجھتے تھے کہ یہ غلام لوگ اس ٹیکنالوجی کو صحیح طریقے سے استعمال کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

جیسے ہی ہم لوگ اس شخص کے گھر سے باہر نکلے تو فٹ پاتھ پر کھڑے ہوئے ایک لڑکے نے توجہ اور پیسے حاصل کرنے کیلیے عجیب وغریب کرتب دکھانے شروع کر دیے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اپنے بدن کے نچلے حصے سے ایسے لگاتا تھا کہ گمان ہوتا تھا کہ وہ پلاسٹک کا بنا ہوا ہے۔ اسکے کرتب دیکھ کر لگتا تھا کہ اسکے پورے بدن میں کوئی ہڈی نہیں ہے۔ ہمارے علاوہ کسی نے بھی اس پر توجہ نہیں دی۔ وہ کچھ منٹ کے بعد تھک کر خاموشی سے فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔ شائد اسکو معلوم نہیں تھا کہ ہمارا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جس میں سیاسی کرتب روزانہ کی بنیاد پر دکھائے جاتے ہیں۔ جہاں بازی گر روز تماشا لگاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ پاکستان میں اس سیاسی جادوگروں کو اربوں روپے ملتے ہیں مگر یہاں اس نوجوان کو روزانہ شائد ایک یا دو سو روپے بڑی مشکل سے ملتے ہوں!

Pretoria اور جوہانسبرگ (Johannesberg) کے تقریباً درمیان میں ایک ترک شخص نے نظامی کمپلیکس (Complex) بنایا ہے۔ اسکی سب سے نمایاں خصوصیت وہ عظیم مسجد ہے جو مکمل ترک عمارتوں کے نقشہ پر بنائی گئی ہے۔ مسجد اتنی خوبصورت ہے کہ اسکو دیکھنے کیلیے غیر ملکی سیاح ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ مسجد کے اندر اگر آپ منبر پر کھڑے ہو کر کوئی بات کریں تو وہ ہال کے آخر تک لاؤڈ سپیکر کے بغیر سنائی دیتی ہے۔ اسکے گنبد اپنی جگہ شہکار ہیں۔ پہلی بار دیکھنے سے تو انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اس سے ملحقہ ایک آرٹ گیلری بھی موجود ہے۔ اس میں آقاؐ کے نعلین مبارک کے نقش موجود ہیں۔ آقاؐ کی تلواروں کے خاکے موجود ہیں۔ حضرت فاطمہ کا لباس مبارک موجود ہے۔ اور امام عالی مقام حضرت امام حسین کے خون آلود کپڑوں کا نقش بھی دیوار پر لگا ہوا ہے۔ یہ تمام کی تمام انتہائی اعلیٰ درجہ کی تصاویر ہیں۔

پتہ نہیں کیوں، بار بار میرے ذہن میں مینڈیلا کا جیل کا کمرہ آ رہا ہے! اسکا نمبر بار بار میری نظروں کے سامنے گھوم رہا ہے! مجھے ایسے لگتا ہے کہ پاکستان کے محکوم عوام آج تک اس کوٹھڑی میں قید ہیں! فرق صرف اتنا ہے کہ مینڈیلا کی سزا ستائیس برس بعد ختم ہو گئی تھی۔ مگر ہمارے عام لوگوں کی سزا آج تک ختم نہیں ہو سکی! ہم تمام لوگ کوٹھڑی نمبر 8115 کے اسیر ہیں! تکلیف دہ بات یہ ہے کہ ہمارا نیلسن مینڈیلا گم چکا ہے! ہم ابھی تک اسکے انتظار میں ہیں! ہمارے نصیب میں مسلسل انتظار، مسلسل عذاب اور مسلسل قید ہے! پتہ نہیں ناانصافی کی اس جیل کا قفل کب کھلے گا! آخر کب؟

راؤ منظر حیات

Dated:30-11-2014